اردو میں تذکرہ نگاری کی روایت 'آب حیات' کے خصوصی حوالے سے

اردو ادب میں تذکرے معاصر شعرا کے کلام کو پرکھنے کی اولین معروضی کوشش ہیں ۔چونکہ 'آب حیات' نے تذکروں کے پس منظر میں وجود پایا ،اس لئے ضروری ہے کہ قدیم تذکروں میں تنقیدی رویوں کا جائزہ لیا جائے ۔تذکروں میں تنقید کا عنصر کم تھا ۔زیادہ تر شعرا کے حالات وکلام پر اکتفا کیا جاتا تھا ۔پرانے تذکروں میں جو تھوڑی بہت تنقید ملتی ہے وہ محض تاثراتی یا وجدانی ہے ۔آب حیات کی تنقید بھی روایتی ہے،اس میں قدیم تذکروں کا لہجہ صاف نظر آتا ہے ۔آزاد تاثراتی طریقے سے شعرا کے کلام کی وضاحت کرتے ہیں ۔البتہ انہوں نے پہلی بار اردو ادب کی ایک بڑی کمی کو پورا ضرور کیا ۔اب ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں شعرا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہوں ،جدید انداز میں تنقید بھی ہو، تحقیق پر مبنی سیر حاصل اور مستند حالات بھی ہوں ،یہ کمی آب حیات نے پوری کی ۔آب حیات ،محض شاعری کی تاریخ نہیں بلکہ متحرک زندگی سے لبریز ایک ایسی دستاویز بھی ہے جو عہد ماضی کو از سر نو زندہ کر کے ہمارے سامنے لا کھڑا کرتی ہے ۔آزاد نے خود محسوس کیا کہ قدیم تذکرے عہد جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے موزوں نہیں ہیں ۔لہذا انہوں نے تذکرہ نگاری سے کچھ الگ ہوکر اپنی راہ نکالی اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے ۔

'آب حیات' میں سب سے پہلے لسانیات کے تعلق سے اردو زبان کے ماٰخذ پر توجہ دی گئی ہے ۔پھر عہد بہ عہد شعرا کا تذکرہ ملتا ہے ۔آزاد کے اس رویہ پر ان کی نکتہ چینی بھی ہوئی ہے کہ وہ اردو شعرا کی تاریخ مرتب کر رہے تھے نہ کہ اردو زبان کی تاریخ ۔لیکن آزاد نے زبان کے سلسلے میں بھی جن نظریات کا اعتبار کیا ہے،وہ بھی کم اہمیت کے حامل نہیں ہیں ۔ان کا خیال ہے کہ اردو برج بھاشا سے نکلی ہے ۔برج بھاشا پر فارسی نے اثر کیا اور یہ زبان وجود میں آئی ۔پھر نظم اردو کے عنوان سے مختلف ادوار کی تقسیم کی گئی ہے اور ہر دور کے شاعر کو تاریخی لحاظ سے جگہ دی گئی ہے ۔مثلاً: پہلے دور میں ولی ،آبرو، ناجی،

احسن، مضمون اور یکرنگ وغیرہ ہیں۔ دوسرے دور میں شاہ حاتم، خان آرزو اور فغاں ہیں۔ تیسرے دور میں مرزا مظہر جان جاناں، تاباں، انشاء، میر، سودا، درد اور سوز وغیرہ ہیں۔ چوتھے دور میں جرأت، انشاء اور مصحفی ہیں۔ اور پانچویں دور میں ناسخ، آتش، شاہ نصیر، ذوق، غالب، مومن اور انیس و دبیر وغیرہ ہیں۔

'آب حیات' سے پہلے کے تذکرے اپنے عہد تک ہی محدود ہوا کرتے تھے، جبکہ 'آب حیات' متعدد زمانوں پر محیط ہے۔ اور بڑے ڈرامائی اور تمثیلی انداز میں بدلتے ہوئے ادبی منظرنامے کی عکاسی کرتی ہے۔ کلیم الدین احمد نے 'آب حیات' کو تذکرہ کہہ کر محض چونکانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ 'آب حیات' تاریخی تنقید کا ایک نمونہ ہے۔ چونکہ آزاد کے عہد میں تنقید کا تاریخی پہلو مغربی ادب میں بھی رائج تھا، اس لئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حالی کے مقابلے میں آزاد مغربی تنقید کی تاریخی جہت سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ انہوں نے شعرا کے بارے میں جو رائے دی ہے، وہ نہایت پُر مغز ہے اور بعد کی تنقید پر ان کا اثر دیکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ وہ کبھی کبھی جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں، جیسا کہ ذوق کے سلسلے میں دیکھنے میں آتا ہے۔ لیکن ایک بار جب سنجیدہ تنقید پر کمربستہ ہو جاتے ہیں تو اپنی ساری بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی بھول کر سنجیدگی سے ادبی تنقید کے فہم و شعور کا ثبوت دیتے ہیں۔ مثلاً میر تقی میر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میر صاحب کی زبان شستہ، کلام صاف، بیان ایسا پاکیزہ ہے جیسے باتیں کرتے ہیں۔''

اسی طرح ذوق کی بابت لکھتے ہیں:

''انہیں قادرالکلامی کے دربار سے ملک سخن پر حکومت مل گئی ہے۔ ہر قسم کے خیال کو جس رنگ میں چاہتے ہیں، کہہ جاتے ہیں۔''

آزاد کو ان کی تنقیدی آراء کے بارے میں اتنے اعتراضات کا سامنا نہیں رہا، جتنا کہ تنقید میں ان کی انشا پردازی پر لے دے ہوئی۔اور یہ بات صحیح بھی ہے کہ تنقیدی اسلوب سیدھے سادے مدلل اسلوب کا متقاضی ہوتا ہے جبکہ آزاد کے یہاں رنگیں بیانی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔وہ بات سے بات پیدا کرنے کوشش کرتے ہیں جس سے تنقید میں تجزیہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور ان کی تنقید لفظی ہو کر رہ جاتی ہے۔تاہم ان کی انشا پردازی ایک ایسے بلیغ

انسان کی انشا پردازی ہے جو نہایت اعلیٰ تخیل کا مالک ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کا سلوب بھی تخیل سے مزین ہے۔وہ جیسے چاہیں سادہ، پُرکار، پُرشکوہ، پُرجوش یا محاکاتی عبارت لکھ سکتے ہیں۔تصویر حقیقی ہو یا خیالی، شاعرانہ نوک جھونک، دلچسپ حکایات اور لطائف وظرائف کو پیش کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ اس کے مقابلے میں دوسرے امور پر انہیں وہ قدرت حاصل نہیں، جس کا تقاضا تنقید کرتی ہے۔ناقدین کا یہ کہنا صحیح ہے کہ آزاد کا اسلوب تنقید کے لئے موزوں نہیں؛ لیکن اسلوب کی مندرجہ بالا خصوصیات کہ وجہ سے وہ قدیم تذکرہ نگاروں سے آگے نکل گئے ہیں۔

رومانیت ایک اعتبار سے وہ کشش ہے جو دوری سے پیدا ہوتی ہے۔خواہ یہ فاصلے زمانی ہوں یا مکانی۔آزاد بھی ماضی پر رومان کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔وہ زمانی مکانی حیثیت سے بھی دور کی چیزوں کے ساتھ بھی اتنا ہی لگاؤ رکھتے ہیں۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی کا ذکر ان کے تخیل کو مہمیز کرتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ادبی اقدار کا تصور آزاد کے ذوق وشوق اور تخیل کی بلند پروازی میں توازن پیدا کرتا ہے۔لہذا اگر کوئی شاعر واقعی تعریف کا مستحق ہے تو وہ اس کی بڑھ چڑھ کر مدح کرتے ہیں۔اور ساتھ ہی قدیم شاعروں کی خامیوں پر کڑی مگر مختصر تنقید بھی کرتے ہیں۔وہ قدیم اردو شاعری کے بالغ نظر نقاد ہیں۔ان کی رائے میں ادب اور تہذیب میں گہرا تعلق ہے،اس لئے وہ اردو شاعری کے پُرتصنع ہونے پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔لیکن اس بات پر زور نہیں دیتے کہ اردو شاعری اپنے عہد کی

کمزوریوں سے کیوں آزاد نہیں ہو سکی۔ انہوں نے اردو شاعری، اس کے موضوعات، اسلوب اور زبان و بیان کے متعلق وہی باتیں کہی ہیں جو، ان کے بارے میں دوسرے ناقدین بھی کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے استدلال کی بنیاد حقائق پر رکھی ہے اور یہی بات انہیں تذکرہ نگاری کے حدود سے نکال کر جدید تنقید کی راہوں پر لا کھڑا کرتی ہے اور 'آب حیات' کو بھی آنے والے ناقدین کے لئے نئی تنقید کا ایک نمونہ فراہم کرتی ہے۔

☆☆☆